تحریک جدید کے مالی مطالبہ کی شاندار کامیابی

(فرمودہ ۱۷؍جنوری ۱۹۳۶ء)

تشہد، تعوّذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

آج مجھے سر درد کا دَورہ ہے اور اس وجہ سے ذرا سی حرکت بھی شدید درد پیدا کر دیتی ہے لیکن چونکہ جمعہ کا دن تھا میں نے پسند نہ کیا کہ جمعہ میں ناغہ ہو جائے اس لئے مناسب یہی سمجھا کہ بعض درد کو کم کر دینے والی دواؤں کا استعمال کر کے خطبہ پڑھ دوں۔ مگر ان دواؤں کے استعمال کی وجہ سے میں ایک ضُعف محسوس کرتا ہوں اور اس کے ساتھ ہی درد کی شکایت بھی باقی ہے جس کی وجہ سے میں زور سے نہیں بول سکتا۔

سب سے پہلے میں یہ اعلان کرنا چاہتا ہوں کہ اِس سال کی تحریک جدید کی جو مالی تحریک تھی اِس کی معیاد ۱۵؍جنوری کو ختم ہو چکی ہے۔ میں نے اِس سال کی تحریک کے وقت بتایا تھا کہ چونکہ گزشتہ سال کی تحریک میں بعض دوستوں نے غیر معمولی حصہ لیا تھا حتّٰی کہ بعض نے عمر بھر کا اندوختہ چندہ میں دے دیا تھا اِس لئے ان سے یہ امید نہیں کی جا سکتی تھی کہ وہ اِس سال بھی اُسی قدر حصہ لے سکیں گے۔ پھر بعض دوستوں نے غلط فہمی سے یہ خیال کر لیا تھا کہ شاید تین سال کا چندہ پہلے سال میں ہی ادا کرنا ہے اِس لئے اُنہوں نے اتنا بوجھ اُٹھا لیا تھا کہ امید نہیں کی جا سکتی تھی کہ وہ دوسرے سال بھی اُسی قدر بوجھ اپنے ذمہ ڈال سکیں گے۔ پس ان حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے مَیں نے دوستوں کو تحریک کی تھی کہ کچھ نہ کچھ اضافہ اپنے چندوں میں کر دیں تا کہ وہ دوست جو

بالکل حصہ نہ لے سکتے ہوں یا گزشتہ سال سے کم لے سکتے ہوں ان کی کمی کو دوسروں کی زیادتی پورا کردے اور جیسا کہ ہماری پہلی تحریکوں کا حال ہوتا چلا آیا ہے یعنی ہمارا ہر کام اللہ تعالیٰ کے فضل سے گزشتہ سے بڑھ کر ہوتا ہے اس سال کے وعدے گزشتہ سال کے وعدوں سے بڑھ جائیں۔ سو آج میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میں نے جو خیال کیا تھا کہ ایک حصہ دوستوں کا اِس سال حصہ نہیں لے سکے گا یا اتنا نہیں لے سکے گا وہ احتیاط درست ثابت ہوئی ہے۔ جن دوستوں نے گزشتہ سال سارا اندوختہ چندہ میں دے دیا تھا ان کے متعلق تو ظاہر ہی ہے کہ وہ اس رنگ میں اس سال حصہ نہیں لے سکتے تھے ان کے علاوہ اور بھی ایسے دوست ہیں جو گزشتہ سال زیادہ بوجھ اُٹھا لینے کی وجہ سے یا دیگر مجبوریوں کے باعث اس سال حصہ نہیں لے سکے یا کم لے سکے ہیں۔ ایسے دوستوں کی تعداد غالبًا کئی سَو ہے لیکن اس احتیاط کے ماتحت جس کے لئے میں نے دوستوں کو توجہ دلائی تھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ تحریک جو علاوہ عام چندوں کے تھی اور ایک زائد بوجھ تھا گو اختیاری ہی تھا ہماری دوسری تحریکوں کی طرح آگے سے بڑھ کر کامیاب ہوئی ہے۔ یعنی پچھلے سال ایک لاکھ سات ہزار کے وعدے جون تک ہوئے تھے جبکہ بیرونِ ممالک کی جماعتوں کے وعدے بھی پہنچ گئے تھے لیکن اس سال کَل تک ایک لاکھ ساڑھے دس ہزار کے وعدے آچکے تھے۔ حالانکہ ہندوستان کی جماعتوں سے بھی ابھی وعدے آنے کے چار دن باقی ہیں۔ سولہ تاریخ کے پوسٹ کئے ہوئے خطوط کی منظوری کا اعلان میں نے کیا ہوا ہے اور ہندوستان کے کئی حصے ایسے ہیں جہاں سے چوتھے، پانچویں روز خط یہاں پہنچتا ہے۔ اس لئے پندرہ یا سولہ کے بھیجے ہوئے وعدے ۲۱ تک موصول ہوتے رہیں گے۔

میں یہ ذکر بھی کر دینا چاہتا ہوں کہ اس سال بیرون ہند کی بعض جماعتوں کے وعدے جلد وصول ہوگئے ہیں کیونکہ دوستوں کو پہلے سے یہ خیال تھا کہ تحریک ہوگی اور وہ اس کیلئے تیار تھے۔ مشرقی افریقہ جہاں جماعت اچھی تعداد اور اچھی حیثیت میں ہے وہاں سے بیشتر حصہٗ جماعت کے وعدے آچکے ہیں جو پچھلے سال اِس وقت تک وصول نہیں ہوئے تھے اس لئے باہر سے اب اتنے وعدوں کی امید نہیں جتنے گزشتہ سال آئے تھے پھر بھی امید ہے کہ اس سال کے وعدے ایک لاکھ پندرہ ہزار تک پہنچ جائیں گے۔ گویا اِس سال آٹھ فیصدی کی زیادتی ہوگی باوجود اس کے کہ کئی

دوست اِس سال شامل نہیں ہو سکتے تھے اور اِس کی وجہ یہ ہے کہ اِس سال بعض اُن دوستوں نے جو جماعت میں نئے شامل ہوئے ہیں تحریک میں حصہ لیا ہے اور بعض نے گزشتہ سال کی نسبت اپنے چندوں کو بڑھا دیا ہے اس بڑھوتی نیز نئے شامل ہونے والوں نے باوجود اس کے کہ کئی دوست شامل نہ ہو سکے آٹھ فیصدی کی زیادتی کردی ہے۔ اگر باقی لوگ بھی شامل ہو سکتے تو اُمید ہے کہ یہ رقم ایک لاکھ تیس چالیس ہزار تک پہنچ جاتی۔

جیسا کہ میں نے پہلے بھی کئی بار بیان کیا ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ موجودہ حالات اور بعض مجبوریوں کی وجہ سے ضروری ہے کہ ہمارا ایک مستقل ریزرو فنڈ ہو جس کی آمدنی سے مستقل اخراجات چلائے جائیں اور ہنگامی کاموں کیلئے چندہ ہو۔ اخلاقی لحاظ سے بھی یعنی جماعت کی اخلاقی حالت کو محفوظ رکھنے نیز کام کی وسعت کیلئے بھی ضروری ہے کہ ایک مستقل ریزرو فنڈ قائم کیا جائے۔ صدر انجمن احمدیہ کی آمد کا بیشتر حصہ تنخواہوں میں صَرف ہو جاتا ہے اور اِس وجہ سے ہنگامی کاموں میں رُکاوٹ پیدا ہوتی ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سلسلہ کے اموال سے اتنا فائدہ نہیں اُٹھایا جا سکتا جتنا اُٹھایا جانا چاہئے حتّٰی کہ بعض دفعہ ہمارے مبلّغ اِس لئے یہاں بیٹھے رہتے ہیں کہ باہر جانے کیلئے کرایہ نہیں ہوتا۔ پس کام چلانے کیلئے ضروری ہے کہ مستقل عملہ کے اخراجات کیلئے مستقل آمدنی کے ذرائع ہوں۔ اس لئے میری تجویز ہے کہ ایک ریزرو فنڈ قائم کیا جائے اور تحریک جدید کے ماتحت جو کام جاری کئے گئے ہیں ان کے مستقل اخراجات کیلئے مستقل آمدنی کے ذرائع پیدا کرنے کیلئے مَیں صدر انجمن احمدیہ کے نام پر بعض جائدادیں خرید رہا ہوں تا مستقل کاموں کا بار چندوں پر نہ پڑے اور جماعت کے چندے صرف ہنگامی کاموں پر خرچ ہوں۔ مثلاً لٹریچر، اشاعتِ دین اور جلسے وغیرہ اس کیلئے گو بڑی جدوجہد کی ضرورت ہے مگر جب کام کو چلایا جائے تو میں سمجھتا ہوں بعض ابتدائی دِقّتوں کے بعد یہ کچھ مشکل نہیں رہ جاتا۔ اگر آج تک مالی حالت کا اِس رنگ میں انتظام کیا جاتا کہ مستقل اخراجات مستقل آمدنی سے ہوتے تو ہم ہندوستان میں اس قدر عظیم الشان تغیر پیدا کر سکتے تھے کہ جس کا بیسواں بلکہ سینکڑواں حصہ بھی اب تک نہیں کر سکے اور اس کے علاوہ وہ اعتراضات بھی نہ ہو سکتے جو بعض کمزور طبائع اور منافقین کے دلوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ بعض لوگوں کو یہ خیال تو نہیں آتا کہ مرکز کے بغیر کام نہیں چل سکتا وہ

صرف یہ دیکھتے ہیں کہ اتنے آدمی تنخواہیں لے رہے ہیں اور کھا رہے ہیں، وہ یہ خیال نہیں کرتے کہ یہ لوگ وقت خرچ کرتے ہیں، دین کی خدمت کرتے ہیں انہیں صرف تنخواہوں پر ایک کثیر رقم کا خرچ ہونا دکھائی دیتا ہے لیکن اگر شروع سے ایسا انتظام ہوتا کہ تنخواہوں کا بار چندوں پر نہ پڑتا تو منافقوں کو کمزور طبائع کے لوگوں میں بے چینی پیدا کرنے کا موقع نہ ملتا۔ اگرچہ قرآن کریم نے اِس امر کی پوری تصریح کردی ہے کہ جس کام پر جو لوگ مقرر ہوں اُن کی تنخواہیں اُسی کام کا حصہ ہوتی ہیں اور یہ بات ظاہر ہے کہ جو شخص اپنا سارا وقت دے گا وہ گزارہ بھی لے گا۔ دیکھنے والی بات تو یہ ہے کہ وہ باہر کی نسبت یہاں کم گزارہ لیتے ہیں یا زیادہ؟ یا ان کے کام کی قیمت سے ان کا گزارہ کم ہے یا زیادہ؟ اگر ان کے کام، ان کی لیاقت اور منڈی کی قیمت کے لحاظ سے ان کی تنخواہیں کم ہیں تو یہ کوئی قابلِ اعتراض بات نہیں خواہ ایسے لوگوں کی تعداد ہزار ہو۔ کیونکہ کام چلانے کیلئے جتنے لوگوں کی ضرورت ہوگی اُتنے رکھنے ہی پڑیں گے مگر پھر بھی اِس سے چونکہ کمزور طبائع کو دھوکا لگ سکتا ہے اس لئے پہلے سے ہم کو ایسا انتظام کرنا چاہئے تھا کہ مستقل اخراجات کا بار عام چندوں پر نہ پڑے۔ تحریک جدید کے متعلق میرا یہی خیال ہے کہ اس کے مستقل اخراجات ریزرو فنڈ کی آمد سے ادا کرنے کا انتظام کیا جائے اور چندوں کا ایک ایک پیسہ ہنگامی کاموں پر خرچ ہو، تا ہر ایک شخص کو نظر آسکے کہ تحریک کے کاموں پر کیا خرچ ہو رہا ہے۔ اِس میں شبہ نہیں کہ بظاہر یہ بات کمزوروں یا منافقوں کے ڈر کی وجہ سے معلوم ہوتی ہے مگر وہ بات جو سلسلہ کو مضبوط کرنے والی ہو وہ ڈر نہیں بلکہ احتیاط ہے۔ قرآن کریم میں حکم ہے کہ خُذُوْا حِذْرَکُمْ [۱] اِس سے شیعوں نے تقیہ کا جواز ثابت کیا ہے لیکن اِس کے یہ معنی نہیں۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ جہاں تک اعتراض سے بچ سکو بچنا چاہئے۔ رسول کریم ﷺ نے بھی فرمایا ہے کہ اِتَّقُوْا مَوَاقِعَ الْفِتَنِ [۲] یعنی فتنوں کی جگہوں سے بچتے رہو۔

میں نے چھ سات سال قبل ریزرو فنڈ کی تحریک کی تھی تا ہم تبلیغی کام کو اس اُتار چڑھاؤ سے جو مالی لحاظ سے دنیا پر آتے رہتے ہیں بچائیں۔ دنیا میں کبھی قحط پڑ جاتا ہے اور زمیندار چندہ نہیں ادا کرسکتے، کبھی اشیاء گراں ہو جاتی ہیں اور ملازموں کے چندوں میں کمی ہو جاتی ہے اور کبھی تجارتی کساد بازاری کے باعث تاجر پورے چندے ادا نہیں کرسکتے اس لئے ایسے اُتار چڑھاؤ

سے تبلیغی کاموں کو محفوظ کرنے کیلئے میں نے ایک ریزرو فنڈ کی تجویز کی تھی اور دوسری تحریک یہ کی تھی کہ جماعت کے دوست آنریری طور پر تبلیغی خدمات کیلئے اپنے آپ کو پیش کریں اور اب یہ سب تحریکیں میں نے تحریک جدید میں جمع کر دی ہیں۔

اوّل یہ کہ نوجوان قلیل گزارہ پر تبلیغ کیلئے باہر نکل جائیں۔ اس کے ماتحت خدا کے فضل سے سینکڑوں نوجوانوں نے اپنے آپ کو پیش کیا ہے۔ کئی باہر جا چکے ہیں دو ابھی کل گئے ہیں اور پانچ سات تیار بیٹھے ہیں جو ایک دو ماہ میں ہی چلے جائیں گے۔

دوسرے یہ کہ ہر سال ایک رقم بچا کر صدر انجمن کے نام پر کوئی جائداد خریدی جائے یا کوئی نفع بخش کام جاری کر دیا جائے۔

اور تیسرے ہنگامی کاموں کیلئے چندہ کی تحریک کی جائے اور باوجود منافقوں کے اس شور کے کہ جماعت میں کمزوری پیدا ہوگئی ہے یا احراریوں کے اِس پروپیگنڈا کے کہ جماعت کے لوگ تنگ آچکے ہیں مَیں آج خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ اعلان کرنے کے قابل ہوں کہ جماعت نے گزشتہ سال کی نسبت اس سال زیادہ چندہ کا وعدہ کیا ہے اور مجھے امید ہے کہ اگلے سال اس سے بھی زیادہ دینے کیلئے وہ تیار رہے گی اور تیسرے سال کی تحریک کو ایسے رنگ میں کامیاب کرے گی کہ ہم اس کے اختتام پر دو لاکھ روپیہ ریزرو فنڈ میں منتقل کر سکیں گے۔

میں نے چند سال ہوئے شوریٰ کے موقع پر ۲۵ لاکھ روپیہ ریزرو فنڈ کے طور پر جمع کرنے کی تحریک کی تھی مگر افسوس کہ دوستوں نے اس کی طرف توجہ نہیں کی۔ اب میری پوری یہ کوشش ہوگی کہ گزشتہ سال اور اس سال کی تحریک جدید کی آمد میں سے ایک لاکھ روپیہ بچا کر ریزرو فنڈ میں جمع کر سکیں اور پھر اگلے سال اللہ تعالیٰ دوستوں کو خاص قربانی کی توفیق دے تو ایک لاکھ روپیہ اس سے جمع کر کے دو لاکھ روپیہ کُل ریزرو فنڈ میں جمع کر دیں اور اس سے جیسا کہ میں بتا چکا ہوں کہ کچھ تو صدر انجمن کے نام پر جائداد خرید لی جائے اور کچھ روپیہ بعض سُودمند تجارتوں میں لگا دیا جائے اور اس مستقل آمد سے مستقل اخراجات چلائے جائیں اور اس میں سے جو بچے اس سے ریزرو فنڈ کو بڑھایا جائے اور آئندہ چندہ کی رقم سے صرف ہنگامی کام چلائے جائیں۔

میں جہاں تک سمجھتا ہوں ہمیں آج یہ ضرورتیں اس لئے پیش آرہی ہیں کہ اِس زمانہ کا

نظام گزشتہ زمانوں سے بالکل مختلف ہے۔ اِس زمانہ میں ہمارا اُن دشمنوں سے مقابلہ ہے جن کے حملوں کی بنیاد سرمایہ داری پر ہے اس لئے ہم محاذِ جنگ خواہ کتنا ہی تبدیل کیوں نہ کریں پھر بھی اِس کا خیال رکھنا ہی پڑتا ہے۔ آج عیسائی مبلغ ساری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں اور کروڑوں روپیہ ہر سال ان پر خرچ ہوتا ہے۔ پس اگر اسی رنگ میں ہم بھی ان سے مقابلہ کیلئے تیار نہ ہوں باوجود اس کے کہ ہمارے پاس سچائی ہے وہ لوگوں کو گمراہ کرسکیں گے۔ اسلامی رنگ میں ہمارا کام اس طرح ہونا چاہئے کہ روپیہ کے بغیر بھی چل سکے جیسا کہ تحریک جدید میں مَیں نے مطالبہ کیا ہے۔ لیکن ایک حصہ پھر بھی ایسا رہ جائے گا کہ دشمن کے حملہ کو مدنظر رکھتے ہوئے روپیہ کی ضرورت رہے گی۔ ہمیں کچھ نہ کچھ تنخواہوں والے مبلغ بھی رکھنے پڑیں گے جیسا کہ تحریک جدید میں بھی میں نے بعض عالم رکھے ہیں جو ضرورت کے وقت باہر جا کر کام کرسکیں۔ مثلاً تحریک جدید کے ماتحت تبلیغ کیلئے جانے والوں کے ساتھ بعض اوقات لوگ یہ فیصلہ کرلیتے ہیں کہ اچھا ہم بھی اپنے علماء کو بُلاتے ہیں تم بھی بُلالو تا مباحثہ ہوجائے اور ایسے مواقع کیلئے آٹھ دس علماء کا رکھنا بھی ضروری ہے۔ پس دشمن کی وجہ سے ہم مجبور ہیں کہ ایک حصہ کا کام ایسا بھی رکھیں جو اس حملہ کے ہم رنگ ہو۔ فی زمانہ جن دشمنوں سے ہمارا مقابلہ ہے وہ مالی لحاظ سے اتنے مضبوط ہیں کہ کئی کئی کروڑ روپیہ ان کے پاس ہے۔ اس وقت باون ہزار پراٹسٹنٹ مشنری کام کررہے ہیں اور پونے تین لاکھ رومن کیتھولک۔ گویا کُل مشینری سَوا تین لاکھ ہیں جو عیسائیت پھیلانے کیلئے دنیا میں مقرر ہیں۔ اگر ان میں سے ہر ایک دس دس آدمیوں کو بھی عیسائی بنائے تو سال بھر میں ۳۵ لاکھ عیسائی بنا سکتے ہیں۔ پھر ان کی جائدادوں کو اگر لیا جائے تو وہ بھی بہت ہیں۔ ہماری جماعت تو چونکہ غرباء کی جماعت ہے اس لئے وہ لاکھوں کا نام سننے کے عادی نہیں اِس وجہ سے بعض دوست شاید یہ بھی خیال کریں کہ ۲۵ لاکھ روپیہ کس طرح جمع ہوسکتا ہے۔ لیکن اگر وہ میری سُنیں اور سب ایک معیار پر آجائیں تو چھ ماہ کے عرصہ میں ۲۵ لاکھ روپیہ جمع ہوسکتا ہے۔ میرا اصول تو یہ ہے کہ جماعت کو ایک رنگ میں آہستہ آہستہ آگے بڑھانا چاہئے ورنہ ۲۵ لاکھ روپیہ تو چھ ماہ کے عرصہ میں جمع ہوسکتا ہے۔ ہاں تو دشمنوں کی مالی حالت کا مَیں ذکر کررہا تھا۔ ساری دنیا کی طاقت تو الگ رہی صرف لاہور کے عیسائی مشن کی جائداد ہی میرا خیال ہے اسّی نوے لاکھ روپیہ کی ہوگی اس سے زیادہ ہو تو ہو کم تو کسی صورت میں نہیں اور اس کے ساتھ

اگر ہندوؤں، سکھوں وغیرہ کی جائدادیں ملالی جائیں تو صرف لاہور میں دو تین کروڑ سے کم قیمت کی نہ ہوں گی۔ پس یہ خیال مت کرو کہ یہ رقم زیادہ ہے دشمن کے حملہ کے مقابلہ میں تو یہ کوئی چیز ہی نہیں۔ ہمارا سالانہ بجٹ کئی لاکھ کا ہوتا ہے مگر کام وسعت کے لحاظ سے کچھ نظر نہیں آتا۔ یعنی دشمن کے حملہ کے پھیلاؤ کے مقابلہ میں اس کی کوئی ہستی نہیں۔ دشمن کے سَوا تین لاکھ مبلّغین جو سب دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں ان کے مقابلہ میں ہمارے صرف چالیس مبلّغ ہیں۔ اب غور کرو دونوں کا آپس میں کوئی جوڑ بھی ہے؟ ہمارے سپرد کسرِ صلیب کا کام کیا گیا ہے لیکن ہم ان کے مقابل پر صرف چالیس مبلّغ رکھ سکے ہیں اور اس پر بھی بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اتنے مبلغین کی کیا ضرورت ہے۔ حالانکہ سَوا تین لاکھ کے مجمع میں اگر چالیس کو تلاش کرنا شروع کرو تو شاید دو ہفتہ کے بعد ایک مبلغ کہیں گِرتا پڑتا نظر آسکے۔ پس ہماری جماعت کو مدنظر رکھنا چاہئے کہ ہم کس کے مقابلہ کیلئے کھڑے ہیں۔ میری سکیم یہ ہے کہ ہم قلیل زمانہ میں دشمن کے مقابلہ میں ایسی طاقت پیش کرسکیں کہ یہ اس کے مقابل میں کھڑی ہونے کی اہل سمجھی جاسکے ورنہ لاکھوں آدمیوں کے مقابلہ میں چالیس مبلّغ چیز ہی کیا ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ موجودہ حالات کے لحاظ سے بھی ہمارے دو تین ہزار مبلّغ ہونے چاہئیں۔ ہندوستان میں اِس وقت کم و بیش تین سَو اضلاع ہیں اور بارہ سَو تحصیلیں ہیں اگر ریاستوں کو بھی ساتھ شامل کرلیا جائے تو دو ہزار کے قریب تحصیلیں بن جاتی ہیں۔ ہر تحصیل میں کم و بیش پانچ سَو گاؤں ہوتے ہیں۔ پس ہندوستان میں اندازاً دس بارہ لاکھ گاؤں یا قصبے ہیں۔ اب سال کے دن تین سَو ساٹھ ہوتے ہیں۔ پس اگر ہمارے دو ہزار مبلّغ ہوں تو ڈیڑھ سال میں صرف چند گھنٹوں کیلئے ہر گاؤں میں جاسکتے ہیں اور اگر ساری دنیا کو ہندوستان سے پانچ گُنا ہی سمجھ لیا جائے گو علاقہ کے لحاظ سے بہت زیادہ ہے تو اس کے یہ معنے ہوں گے کہ اگر دو ہزار مبلّغ ہوں تو دس سال میں ایک گاؤں میں ایک مبلّغ ایک دن کیلئے جاسکے گا لیکن چونکہ سفر کا وقت بھی اس میں شامل ہے اس لئے حقیقتاً ہر گاؤں میں ایک مبلّغ صرف ایک دو گھنٹہ ہی ٹھہر سکے گا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے سپرد یہ کام کیا ہے کہ ہم ساری دنیا کو احمدی بنائیں اور ظاہر ہے کہ ایک یا ڈیڑھ گھنٹہ ایک گاؤں میں ٹھہرنے سے گاؤں کے لوگوں کا مذہب تبدیل نہیں کیا جاسکتا۔ اس عرصہ میں تو ہر شخص کے حصہ میں ایک سیکنڈ بھی نہیں آتا۔ دو ہزار مبلّغ گویا دس سال میں ساری دنیا کے آدمیوں کو سلام

بھی نہیں کر سکتے۔ پس ہمارے سامنے جو کام ہے اس کے لحاظ سے ہمیں عظیم الشان جدوجہد کی ضرورت ہے۔ شاید کوئی کہے کہ ۲۵ لاکھ کے ریزرو فنڈ سے اگر دو ہزار مبلّغ بھی ساری دنیا کو پیغام حق نہیں پہنچا سکتے تو اس کا فائدہ کیا؟ تو ایسے دوستوں کے وہم کو دور کرنے کیلئے میں یہ کہتا ہوں کہ مؤمن کا کام صرف جدوجہد کرنا ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ غیب سے نصرت و تائید کے سامان مہیا کر دیتا ہے۔

رسول کریم ﷺ جنگِ احد کے موقع پر ایک ہزار صحابہ کو لے کر دشمن کے مقابلہ کیلئے نکلے تو منافق کہتے تھے کہ اگر ہمیں معلوم ہوتا کہ یہ لڑائی ہے تو ہم بھی ضرور چلتے لیکن یہ تو خودکشی ہے کیونکہ وہ لوگ سمجھتے تھے کہ ایک ہزار آدمی سارے عرب سے کسی طرح نہیں لڑ سکتا لیکن ان کو کیا معلوم تھا کہ یہ ایک ہزار کچھ اَور کو زیر کریں گے وہ آگے کچھ اَور لوگوں کو زیر کریں گے اور اس طرح یہی ایک ہزار ساری دنیا کو زیر کر لیں گے۔ چنانچہ یہی ایک ہزار تھے جنھوں نے چین سے لے کر یورپ تک ساری دنیا کو فتح کر لیا۔ پس مؤمن کا کام ابتدا کرنا ہے پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی ترقی ہوتی ہے کہ دس، چالیس پچاس ہو جاتے ہیں، پچاس، سَو اور سَو دوسَو بن جاتے ہیں اور اسی طرح یہ سلسلہ بڑھتا چلا جاتا ہے۔ پس ہمارا کام صرف یہ ہے کہ صحیح اصول پر جن کو اسلام تسلیم کرتا ہے سلسلہ کے کام کی بنیاد رکھ دیں اور پھر امید رکھیں کہ اللہ تعالیٰ خود برکت دے کر ہمارے آدمیوں کو بڑھائے گا اور دشمنوں کے دلوں میں ہمارا رُعب پیدا کر دے گا۔ ہمارا کام یہ ہے کہ سلسلہ کیلئے جو قربانی بھی ہم سے ہو سکتی ہے کریں خواہ وہ بظاہر کتنی تمسخر والی نظر آئے۔

رسول کریم ﷺ نے ایک دفعہ چندہ کی تحریک کی تو ایک صحابی نے جا کر کچھ مزدوری کی شاید کسی کے کنویں پر جا کر پانی نکالا اور اِس کے عوض اُسے آدھ سیر یا تین پاؤ غلہ ملا جو اُس نے لا کر چندہ میں ڈال دیا۔ اُس وقت ہزاروں روپیہ کی ضرورت تھی منافق ہنستے تھے اور کہتے تھے کہ یہ لڑائی کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ یہ جنگ تبوک کا واقعہ ہے جو رومیوں سے درپیش تھی اور رومن حکومت اُس وقت ایسی ہی تھی جیسی آج انگریزی حکومت ہے اور اتنی بڑی حکومت سے لڑائی کیلئے اُس صحابی نے چند مُٹھی جَو لا کر دیئے منافق اُس پر ہنستے تھے لیکن رسول کریم ﷺ کو جب اِس کا علم ہؤا تو آپ نے فرمایا کہ ان کو کیا علم ہے کہ خدا کی نظر میں اس جَو کی کیا قیمت ہے۔ یہی جَو تھے جن

سے مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی اور رومیوں کو شکست ہوگئی اور نہ صرف رومیوں کو بلکہ ایرانیوں کو بھی جن کی حکومت بھی رومی حکومت کے مقابل کی تھی مسلمانوں نے شکست دی۔

ایک عیسائی مؤرخ مسلمانوں کے اِس ایمان کو دیکھ کر لکھتا ہے کہ رسول کریم (ﷺ) کے متعلق خواہ کوئی کچھ کہے مگر ایک بات سے متاثر ہوئے بغیر میں نہیں رہ سکتا اور وہ یہ کہ میں اپنے خیال کی آنکھوں سے ایک مسجد دیکھتا ہوں جس کی چھت پر کھجور کی ٹہنیاں پڑی ہیں بارش ہوتی ہے تو وہ چھت ٹپکتی ہے اور اسی میں وہ لوگ نماز پڑھتے اور سجدہ کرتے ہیں اِنہی کیچڑ سے لتھڑے ہوئے آدمیوں کو جن کے بدن پر پورے کپڑے بھی نہیں مَیں مسجد کے گوشہ میں بیٹھے ہوئے باتیں کرتے دیکھتا ہوں۔ یہ بے سامان اور ظاہری علوم سے بے بہرہ لوگ اِس امر پر باتیں کرتے ہوئے سنائی دیتے ہیں کہ دنیا کو کس طرح فتح کر کے اپنے مزعومہ معیارِ تہذیب پر اِسے لانا ہے۔ وہ نہایت سنجیدگی سے یہ مشورے کرتے ہیں اور پھر ایک دن وہی ہو جاتا ہے جو وہ چاہتے تھے۔ وہ دنیا کو فتح کر کے دکھا دیتے ہیں اور اس کا نقشہ ہی بدل ڈالتے ہیں۔ پس یہ امر جب میری آنکھوں کے سامنے آتا ہے تو میں اِس بات کو ماننے بغیر نہیں رہ سکتا کہ محمد (ﷺ) کے پیچھے ضرور کوئی بڑی طاقت تھی اور آپ مسیحی مشنریوں کے قول کے مطابق دھوکا باز انسان ہرگز نہ تھے۔

پس جو لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ۲۵ لاکھ کی رقم جماعت کے لحاظ سے زیادہ ہے انہوں نے احمدیوں کے ایمان کا اندازہ نہیں کیا اور جو ہندوؤں اور عیسائیوں کی طاقت سے واقف ہونے کی وجہ سے یہ سمجھتے ہیں کہ اس قلیل رقم سے کیا بنے گا وہ خدا تعالیٰ کی طاقت سے ناواقف ہیں اور ان سے مَیں کہتا ہوں کہ ہماری فتح اِس روپیہ سے نہیں بلکہ اُس ایمان اور اخلاص سے ہوگی جو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ ہمارے دلوں میں پیدا کیا ہے۔ منافق اپنے دل کو دیکھتا ہے اور اپنے ایمان کو دیکھ کر محسوس کرتا ہے کہ اس میں تو اتنی طاقت نہیں کہ پہاڑوں کو گرا سکے اور سمندروں کو خشک کر سکے۔

یہی نوجوان جو باہر گئے ہیں ان میں سے ایک کی بات سن کر مجھے بڑی خوشی ہوئی۔ اُس نے کہا کہ ہم سے تین سال کا معاہدہ لیا گیا ہے اس میں بھی کوئی مصلحت ہوگی مگر میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ تین سال تک خدا کا سپاہی رہنے کے بعد کوئی یہ خیال بھی کس طرح کر سکتا ہے کہ وہ پھر

آ کر بندوں کی نوکری کرے۔ پس یہ تین سال کا معاہدہ نہیں بلکہ ساری عمر کا ہے۔ ہم اس لئے باہر نہیں جاتے کہ واپس آئیں بلکہ اس لئے جاتے ہیں کہ خدا کی راہ میں مارے جائیں۔ یہ ابھی منہ کے الفاظ ہیں جب اللہ تعالیٰ ان الفاظ کے مطابق ہمارے نوجوانوں کو کام کرنے کی توفیق دے گا تو وہ ایک شاندار نظارہ ہوگا مگر جب تک وہ وقت آئے یہ الفاظ بھی ہمارے لئے خوشی کا موجب ہیں کیونکہ زبان کے الفاظ بھی جب عمل ان کے خلاف نہ ہو ایک قیمت رکھتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جماعت تو زبانی بھی اس ایمان کا اظہار نہ کر سکی تھی۔ قرآن کریم میں آتا ہے کہ جب ان کو معلوم ہوا کہ دشمن کا لشکر آن پہنچا ہے تو انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اِذْهَبْ اَنْتَ وَ رَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ [۳] کہ آپ اور آپ کا خدا جائیں اور لڑائی کریں جب فتح ہو جائے گی تو ہم بھی آ جائیں گے۔ پس ایمان کی پہلی علامت تو یہی ہوتی ہے کہ منہ سے اظہار کیا جائے اگر وہ سچے دل سے ہوگا تو اللہ تعالیٰ اسے پورا بھی کر دے گا۔ غرض منافق اپنے ایمان پر اندازہ کرتا ہے اس لئے جو لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ جماعت غریب ہے اتنا روپیہ کہاں سے آئے گا وہ بھی غلطی پر ہیں اور جو دشمن کی طاقت سے مرعوب ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اِس قلیل رقم سے ہم کیا کریں گے وہ بھی غلطی پر ہیں۔ جو کہتا ہے کہ اتنا روپیہ کہاں سے آئے گا اُس نے مؤمنوں کے ایمانوں کا اندازہ نہیں کیا اور ان کے ایمان کے مطابق ان کی قربانیوں کا اندازہ نہیں لگایا۔ اور جو کہتا ہے کہ اس سے کیا ہوگا اُس نے خدا کی نصرت اور تائید کا اندازہ نہیں کیا۔ یہ ایک کام ہے جس کا خدا نے فیصلہ کیا ہوا ہے ہمیں اپنی زندگیوں پر شبہ ہو سکتا ہے، اپنی اولادوں پر شبہ ہو سکتا ہے، اپنی بیویوں کے وجود پر شبہ ہو سکتا ہے، اپنے دوستوں پر شبہ ہو سکتا ہے، زمین و آسمان کے وجود پر شبہ ہو سکتا ہے مگر اس پر کوئی شبہ نہیں ہو سکتا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ دنیا کے تمام اَدیان کو شکست ہوگی اور اسلام کی فتح ہوگی۔

اِس وقت یہاں اتنے لوگ بیٹھے ہیں ان میں مؤمن اور منافق کی پہچان آسان نہیں۔ منافق بھی ہماری نمازوں میں شامل ہوتے ہیں، روزوں میں شامل ہوتے ہیں، درسوں میں آتے ہیں، ان کی آنکھ، ناک اور چہروں سے کوئی یہ نہیں سمجھ سکتا کہ یہ منافق ہیں مگر انہی لوگوں میں وہ لوگ بھی ہیں جن کے اندر اللہ تعالیٰ نے ایسا ڈائنامیٹ بھرا ہوا ہے اور وہ ایسی قربانیاں کر سکتے ہیں کہ

وقت آنے پر دنیا حیران ہو جائے گی کہ ان گڈریوں میں کیسے سپہ سالار تھے جنہیں کوئی نہ دیکھ سکا۔

حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کا ذکر میں نے کئی دفعہ سنایا ہے کہ جنگ بدر میں ان کے دائیں بھی اور بائیں بھی دو انصاری لڑکے کھڑے تھے۔ ان کا بیان ہے کہ جب میں نے اُن کو دیکھا تو مجھے حسرت ہوئی کہ آج موقع تھا کہ کُفّار سے اُس بے حرمتی کا کچھ بدلہ لیتا جو وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کرتے رہے ہیں مگر آج میرے دونوں طرف دو نَوعمر اور کمزور لڑکے ہیں اور وہ بھی انصاری۔ انصار لڑائی کیلئے اچھے نہیں سمجھے جاتے تھے وہ زراعت میں ماہر سمجھے جاتے تھے مگر لڑائی میں نہیں۔ پس اُن کو دیکھ کر حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کہتے ہیں کہ میں نے خیال کیا کہ میں آج کیا لڑوں گا لیکن مَیں ابھی یہ خیال ہی کر رہا تھا کہ مجھے ایک طرف سے کُہنی لگی۔ مَیں اُس طرف متوجہ ہوا تو اُس طرف کھڑے ہوئے لڑکے نے میرے کان کے پاس منہ کر کے دریافت کیا کہ چچا! لشکر کفار میں سے ابوجہل کون ہے؟ سنا ہے کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت دُکھ دیتا رہا ہے، میرا دل چاہتا ہے کہ آج اُسے قتل کروں۔ حضرت عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ مَیں تجربہ کار فوجی تھا مگر یہ خیال میرے دل میں بھی نہیں آیا تھا کہ میں ابوجہل کو قتل کر سکتا ہوں کیونکہ وہ بہادروں کے دائرہ کے اندر تھا اور اُس تک پہنچنا دشوار تھا لیکن میں نے ابھی اس لڑکے کے سوال کا جواب بھی نہیں دیا تھا کہ دوسری طرف سے مجھے کُہنی لگی اور دوسری طرف کے لڑکے نے بھی میرے کان کے ساتھ منہ لگا کر دریافت کیا کہ ابوجہل کون ہے؟ میرا دل چاہتا ہے اُسے قتل کروں۔ دونوں نے اس طرح آہستگی سے اس لئے دریافت کیا تھا کہ دوسرا نہ سُن سکے۔ حضرت عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ مجھے اُن کی جرأت پر حیرت ہوئی اور میں نے انگلی سے اشارہ کر کے بتایا کہ ابوجہل وہ ہے جو سپاہیوں کے حلقہ میں کھڑا ہے۔ وہ خُود اور زِرہ بکتر پہنے ہوئے تھا اور دو طاقتور فوجی افسر اُس کے آگے ننگی تلوار لئے ہوئے پہرہ کیلئے کھڑے تھے لیکن جونہی میں نے انگلی سے اشارہ کیا وہ لڑکے بعینہٖ اسی طرح جس طرح ایک عقاب چڑیا پر حملہ کرنے کیلئے لپکتا ہے آگے بڑھے اور دشمنوں کو چِیرتے ہوئے اُس پر حملہ آور ہوئے اور قبل اس کے کہ اس کے پہریدار سنبھلنے پاتے انہوں نے ابوجہل کو زخمی کر کے گرا دیا[۲]۔ تو وہ لڑکے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے پاس کھڑے تھے مگر وہ نہیں جانتے تھے کہ ان کے اندر ایسی زبردست ایمانی طاقت ہے۔ اِسی طرح اِس مجلس میں ایسے لوگ ہیں جن کی ایمانی طاقت کا کوئی

اندازہ نہیں کر سکتا لیکن جُوں جُوں قربانیوں کا وقت آئے گا وہ ظاہر ہوتے جائیں گے اور قربانیوں کے وقت ہی منافق بھی ظاہر ہوں گے۔ جب قربانی کا وقت آتا ہے تو منافق کہتا ہے کہ ہم کہاں تک بوجھ اُٹھائیں لیکن مؤمن خوش ہوتا ہے کہ کیا اچھا موقع اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔

پس اِس بات سے مت گھبراؤ کہ یہ کام کیونکر ہوگا وہ زمانہ بالکل قریب ہے جب خدا دشمن کو ایسی شکست دے گا کہ وہ سر نہیں اُٹھا سکے گا مگر اِس کیلئے تمہیں انہی راستوں سے گزرنا ہوگا جن پر سے انبیاء کی جماعتیں گزری ہیں۔ مؤمن اپنے اور اپنے عزیزوں کے خون سے گزر کر ہی خدا کے عرش پر پہنچتا ہے۔ پس یہ یقین رکھو کہ یہ کام ہوسکتا ہے اور اس میں کوئی غیر معمولی توقّف بھی نہیں۔ صرف اُس وقت کا انتظار ہے کہ ہماری قربانیاں اس حد تک پہنچ جائیں جس تک پہنچنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی نصرت آتی ہے۔ جب وہ وقت آئے گا تمہارے جاہل کہلانے والے نوجوان دنیا کے علماء کے دلوں کو فتح کر کے انہیں اسلام کی غلامی میں داخل کر دیں گے اور دنیا میں اسلام ہی اسلام پھیل جائے گا۔

اِس موقع پر میں یہ بھی کہہ دینا چاہتا ہوں کہ 'الفضل' میں کچھ اشعار چھپتے رہے ہیں جن کی ردیف درد ہے۔ ایک رات مَیں سویا ہوا تھا کہ اسی وزن میں میری زبان پر ایک مصرعہ جاری ہوا جو یہ ہے کہ ؎

درد ہی اُس نے بنایا ہے نشانِ اہلِ درد

اور اِس کا مطلب مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ ہر چیز کی کوئی علامت ہوتی ہے۔ آگ کی علامت دُھواں ہے، سورج کی علامت روشنی ہے، جسم میں ورم ہو تو بخار ہو جاتا ہے اور طبیب سمجھ لیتا ہے لیکن درد کی علامت کوئی شئے نہیں بلکہ درد ہی درد کی علامت ہے۔ اگر کوئی شخص یونہی شکایت کرنے لگے کہ مجھے درد ہے تو بظاہر ایسی کوئی علامت نہیں جس سے ہم پتہ لگا سکیں کہ اسے درد ہے یا نہیں سوائے اِس کے کہ اُس کی درد والی حالت سے اندازہ لگائیں۔

پس اِس مصرعہ کا مطلب یہ ہے کہ جب تم کسی کے اندر درد کی حقیقت پاؤ تو سمجھ لو کہ اس کے اندر درد ہے ورنہ زبانی کہنے سے کچھ نہیں بنتا۔ کسی کے اگر سر میں درد ہو تو وہ گو چھپائے بھی مگر پتہ لگ جاتا ہے کہ اسے درد ہے۔ تو اِس مصرعہ میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ جس کے دل میں عشق

ہو وہ چھُپ نہیں سکتا اور اُس کے رگ و ریشہ سے اس کے آثار ظاہر ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح مومن بھی ظاہری شکلوں سے نہیں بلکہ اپنی حالت سے پہچانے جاتے ہیں ان کے اعمال خود بتا دیتے ہیں کہ ان کے دل میں درد ہے ورنہ منہ سے تو ہر شخص کہہ سکتا ہے لیکن جب درد پیدا ہو جائے تو کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہوتی تھوڑے ہی عرصہ میں اس کے آثار چہرے پر نظر آنے لگتے ہیں۔ پس مؤمن کی پہچان کیلئے زبانی دعووں کی ضرورت نہیں ہوتی زبانی دعوے تو منافق بھی کر سکتا ہے لیکن مؤمن کو حقیقت خود مشخّص کر کے دکھا دیتی ہے۔

دوسری بات مَیں آج یہ کہنی چاہتا ہوں کہ ہمارے مخالفوں نے اب ایک فتنہ کا نیا طریقہ ایجاد کیا ہے کہ وہ اخبار میں جھوٹی رپورٹیں شائع کرتے ہیں جو سَر تا پا جھوٹی ہوتی ہیں اور جن میں سے ہزارواں حصہ بھی صحیح نہیں ہوتا۔ اس سے ان کی غرض ہوتی ہے کہ جس شخص کے متعلق وہ خبر ہوگی اس کے متعلق خیال کر لیا جائے گا کہ اس میں کچھ نہ کچھ نقص تو ضرور ہوگا۔ چنانچہ میں دیکھتا ہوں کہ چونکہ ہمارے دوست عام طور پر اس چال سے واقف نہیں ہیں وہ دھوکے میں آکر خیال کر لیتے ہیں کہ جس کے متعلق یہ بات کہی گئی ہے ضرور ہے کہ اس میں کچھ نہ کچھ نِفاق ہوگا حالانکہ یہ رپورٹیں سرتاپا غلط ہوتی ہیں۔ اَوروں کا تو کیا کہنا ہے چند دن ہوئے خود میرے متعلق احرار کے ایک اخبار میں لکھا ہوُا تھا کہ صدر انجمن احمدیہ کے دفتر میں ایک میٹنگ ہوئی اور پھر میاں بشیر احمد صاحب اس کی کارروائی لے کر میرے پاس آئے حالانکہ یہ واقعہ سرتاپا غلط تھا۔ نہ کوئی ایسی میٹنگ ہوئی اور نہ میاں بشیر احمد صاحب اس کی کارروائی لے کر میرے پاس آئے۔ تو یہ لوگ اس طرح کی بے سروپا باتیں لکھتے رہتے ہیں اور ان کے ذریعے سے جماعت میں بے چینی پھیلانا چاہتے ہیں اور بھائی کو بھائی سے بدظن کرنا چاہتے ہیں۔ ان میں سے بعض تو سرتاپا غلط ہوتی ہیں اور بعض میں ایک معمولی سی بات صحیح ہوتی ہے اور باقی جھوٹ مِلا لیا جاتا ہے۔ مثلاً یہ صحیح ہوُا کہ زید اور بکر ایک جگہ ملے اور آگے یہ جھوٹ ملا دیا کہ انہوں نے فلاں کو گالیاں دیں۔ ہمارے بعض دوستوں میں یہ مرض ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ غیر کا اخبار پڑھنا ضروری ہے حالانکہ جنہوں نے نگرانی کرنی ہے یا جواب دینا ہے انہوں نے تو پڑھنا ہی ہے باقیوں کو کیا ضرورت ہے کہ وہ گالیوں کو پڑھیں۔

میں نے کئی دفعہ سنایا ہے کہ ایک دفعہ لاہور میں آریوں کا ایک جلسہ تھا جس میں جماعت احمدیہ

کا ایک وفد شامل ہؤا جس کے امیر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل تھے۔اس جلسہ میں آریوں نے رسول کریم ﷺ کو بہت گالیاں دیں اور ہمارے دوست وہاں بیٹھے رہے۔اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام سخت ناراض ہوئے کہ آپ لوگ وہاں کیوں بیٹھے رہے؟ پس جن کیلئے مجبوری ہے مثلاً ایڈیٹر ہوئے یا نیشنل لیگ کے افسر یا دعوت وتبلیغ والے ان کا تو کام ہے دوسرا اگر پڑھتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے دل میں گالیوں کو پڑھ کر درد نہیں ہوتا ورنہ کون ہے جو خود اپنے آپ کو خنجر مارے۔ ان باتوں کے پڑھنے سے بعض دفعہ آپس میں بدظنّیاں شروع ہو جاتی ہیں۔

کچھ عرصہ ہؤا بعض منافقوں نے یہ کام شروع کیا تھا کہ بعض لوگ لگا دیئے جو روزانہ مجھے رپورٹیں بھیجتے تھے کہ میاں بشیر احمد صاحب فلاں جگہ یہ کہہ رہے تھے، خان صاحب مولوی فرزند علی صاحب یہ شکوہ کرتے تھے، چوہدری فتح محمد صاحب یہ شکایت بیان کرتے تھے اور اس سے ان کا مطلب یہ تھا کہ میں ان سب سے بدگمان ہو جاؤں۔مگر جب یہ کرتے کرتے تھک گئے اور دیکھ لیا کہ مَیں ان رپورٹوں پر کسی کو بھی منافق نہیں سمجھتا تو اب یہ طریق اختیار کیا ہے کہ جماعت کے لوگوں کو آپس میں لڑائیں اور مخلصین کے دلوں میں شک پیدا ہو کہ فلاں آدمی ایسا ہے اور فلاں ایسا ہے اور خیال کر لیں کہ اس میں سے کچھ تو ضرور سچ ہوگا حالانکہ یہ سب باتیں جھوٹی ہوتی ہیں۔پس اوّل تو مجھے سمجھ ہی نہیں آتی کہ دوستوں کو گالیاں پڑھنے کا کیا شوق ہے اور پھر جو پڑھیں ان کو بدظنی کی ضرورت نہیں۔

تیسری بات میں یہ کہنی چاہتا ہوں کہ میں نے جو ایک گزشتہ خطبہ میں کہا تھا کہ بعض حُکّام کا رویہ ہمارے متعلق اچھا نہیں اور اطمینان بخش نہیں اس سے ہرگز دفعہ ۱۴۴ کا منسوخ ہونا مراد نہ تھا۔بعض دوست جب ایک طرف یہ سنتے ہیں اور دوسری طرف یہ کہ حکومت نے دفعہ ۱۴۴ واپس لے لی تو وہ دونوں باتوں کو مِلا کر سمجھ لیتے ہیں کہ میں نے جو کہا تھا وہ بھی شاید اسی کے متعلق ہے حالانکہ میں نے جو کچھ کہا تھا وہ اور بناء پر کہا تھا احرار کا یہ پروپیگنڈا بالکل غلط ہے۔دفعہ ۱۴۴ کہیں بھی ساری عمر کیلئے نہیں لگائی جاتی یہ تو ہوتی ہی دو ماہ کیلئے ہے۔اور اس کے اختتام پر یہ شور مچانا کہ حکومت کو شکست ہوگئی ہے اور ہماری فتح ایسی ہی بات ہے جیسے کوئی ڈاکٹر کسی شخص سے کہے کہ تم مریض ہو ہسپتال میں داخل ہو جاؤ اور پھر اس کے صحت یاب ہونے پر اُسے ڈسچارج کر دے تو

لوگ شور مچانے لگیں کہ ڈاکٹر جھوٹ بولتا تھا کہ یہ بیمار ہے یہ شخص تو ہسپتال سے اچھا بھلا باہر نکلا ہے۔کوئی ظالم سے ظالم گورنمنٹ بھی دفعہ ۱۴۴ کبھی عمر بھر کیلئے نہیں لگایا کرتی یہ لوگ ایسی باتیں کرکے دراصل لوگوں کو بیوقوف بناتے ہیں۔ ان کا طریق ہی یہ ہے کہ اپنے ساتھیوں کو احمق بنائیں ورنہ دفعہ ۱۴۴ کبھی ہمیشہ کیلئے نہیں لگا کرتی۔ کانگرس پر یہ دفعہ سینکڑوں مرتبہ لگائی گئی اور پھر ضرورت یا میعاد ختم ہوجانے پر منسوخ کردی گئی۔حکومت کو جہاں کوئی خطرہ ہوتا ہے وہاں یہ دفعہ لگا دیتی ہےاور جب خطرہ کم ہوجائے تو واپس لے لیتی ہے۔شہید گنج کا واقعہ جب لاہور میں ہوا تو حکومت نے یہ دفعہ لگادی اور جب جوش ٹھنڈا ہوگیا تو واپس لے لی۔اب پھر جوفساد ہوا تو پھر لگادی۔ پس قادیان میں اس کی منسوخی سے یہ نتیجہ نکالنا کہ حکومت کو شکست ہوگئی یا یہ کہ اب وہ احمدیوں کی دشمن ہوگئی ہے بالکل غلط ہے۔اس طرح تو مولوی عطاء اللہ صاحب جب چار ماہ کی قید کاٹ کرآئیں گےتو وہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ حکومت نے شکست مان لی اورہتھیار ڈال دیئے حالانکہ سزا ہی چار ماہ کی ہےاس کے بعد ایک دن بھی حکومت انہیں قید میں نہیں رکھ سکتی۔اسی طرح دفعہ ۱۴۴ اور ۳۳۔امینڈمنٹ ایکٹ بھی ضرورت کے ماتحت ہوتا ہے جب اس کی ضرورت نہ رہےتو اسے واپس لےلیا جاتا ہے۔ یہ لوگ اس قسم کے پروپیگنڈے سے یہ ظاہر کرتے ہیں کہ احرار جیت گئے حالانکہ اِس دفعہ نے تو بہرحال منسوخ ہوجانا تھا جس طرح کہ چار ماہ پورے ہونے کے بعد حکومت مجبور ہے کہ مولوی عطاء اللہ صاحب کو چھوڑ دے۔اسی طرح اس دفعہ کی واپسی کا یہ مطلب ہے کہ اب حکومت کو ایسا اندیشہ نہیں رہا۔ایک وقت لوگوں میں جوش ہوتا ہے اُس وقت حکومت بھی ضروری تدابیر اختیار کرتی ہے پھر وہ جوش ٹھنڈا ہوجاتا ہےتو ان کی ضرورت نہیں رہتی۔اسی سلسلہ میں یہ لوگ مشہور کررہے ہیں کہ احمدیوں نے تو بہت ناک رگڑی کہ حکومت اسے جاری رکھے مگر حکومت نے نہ مانا حالانکہ یہ بھی سراسر جھوٹ ہے۔میں تو حیران ہوتا ہوں کہ جو افسر حالات سے واقف ہیں وہ ان کے جھوٹ پر اپنے دلوں میں کیا کہتے ہوں گے وہ ضرور ہنستے ہوں گے۔اب میں بتاتا ہوں کہ یہ الزام کس قدر غلط ہےاوراب اِس کے چھُپانے کی بھی ضرورت نہیں۔جن دنوں یہ گرفتاریاں ہورہی تھیں میں نے شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ کو مسٹر پکل چیف سیکرٹری کے پاس بھیجا کہ ہماری یہ خواہش نہیں کہ ہر احراری کو اِس پروپیگنڈا کے ماتحت گرفتار کیا جائے۔انہوں نے

جواب دیا کہ یہ لوگ ہمارا قانون توڑتے ہیں اِس لئے ہم انہیں گرفتار کرتے ہیں آپ کا اِس سے تعلق نہیں۔ اب وہ افسر جن کو میرا یہ پیغام پہنچا ہے وہ ان لوگوں کے پروپیگنڈا کو دیکھ کر اپنے دل میں ضرور ہنستے ہوں گے اور حیران ہوتے ہوں گے کہ یہ لوگ کس قدر جھوٹے ہیں۔ بہرحال ان کے اس پروپیگنڈا سے ہمارا تو فائدہ ہی ہے افسر سمجھتے ہوں گے کہ یہ لوگ کس قدر جھوٹے ہیں۔ ہمارا مطلب تو صرف یہ تھا کہ یہاں آ کر یہ لوگ فساد نہ کریں اور فساد کو روکنا ہر حکومت کا فرض ہے اور بعض ٹٹ پونجئے ۵؎ اگر قادیان میں آ بھی جائیں یا کسی لیڈر کے آنے پر سَو، پچاس آدمی جو قادیان کے ہیں ان کے گِرد جمع ہو جائیں تو اس سے شورش کا کیا خطرہ ہوسکتا ہے۔ پس یہ امر واقعہ ہے کہ میں نے خود شیخ صاحب کو بھیجا کہ ہماری طرف سے ہرگز یہ مطالبہ نہیں کہ کوئی غیر احمدی قادیان نہ آسکے ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ قادیان کو فساد کا مقام نہ بننے دیا جائے یا اِس جگہ شرارت آمیز مظاہرے نہ ہوں۔ اِس پر چیف سیکرٹری نے جواب دیا کہ ہمارے ڈپٹی کمشنر نے ایک قانون نافذ کیا ہے جب تک وہ قانون نافذ ہے اِس کے توڑنے والے سزا کے مستحق ہیں جب وہ قانون واپس لے لیا جائے گا وہ نہ پکڑے جائیں گے۔ لیکن یہ لوگ مشہور کر رہے ہیں کہ ہم نے ناک رگڑی کہ یہ دفعہ واپس نہ لی جائے۔ پس دوستوں کو یاد رکھنا چاہیئے کہ اِس دفعہ کے منسوخ کرنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ حکومت نے ہم سے دشمنی کی ہے۔ جب حُکّام ہماری مخالفت کرتے ہیں مَیں صاف کہہ دیتا ہوں اور جو مخالفت ہوتی ہے اُسے مَیں خوب جانتا ہوں اور جب ضرورت ہوتی ہے اسے ظاہر کر دیتا ہوں اور دنیا جانتی ہے کہ میں اس کے اظہار میں کسی سے دبنے والا نہیں ہوں لیکن یہ کارروائی نہ ہماری مخالفت کی وجہ سے ہے اور نہ ہی یہ حکومت کی شکست ہے قانون کے مطابق حکومت کو یہی کرنا چاہیئے تھا جو اُس نے کیا۔ پس دوست ہرگز یہ خیال نہ کریں کہ یہ دفعہ واپس لے کر حکومت نے ہمارے ساتھ دشمنی کی ہے اس نے قانون کے عین مطابق کیا ہے۔ ہاں جن باتوں میں ہمیں حکومت سے شکایت ہے وہ اب بھی موجود ہیں مگر وہ علیحدہ ہیں اس لئے دوستوں کو ایسے پروپیگنڈا سے ہرگز متأثر نہیں ہونا چاہیئے۔ مؤمن بِلا وجہ کبھی کسی پر الزام نہیں لگاتا ہم نہ حکومت پر الزام لگاتے ہیں نہ احرار پر۔ ہاں جو بھی غلطی کرے گا اس کا اظہار ضرور کر دیں گے اور اس معاملہ میں ہم کسی فوج یا حکومت سے نہیں ڈریں گے لیکن ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ اچھی بات کو

بھی ضرور ظاہر کر دیں گے۔ یہ تو ہوسکتا ہے کہ بُری بات کو چھپالیں۔ اگر کوئی غلطی کرتا ہے تو دیکھیں گے کہ اس کا چھپانا بہتر ہے یا ظاہر کرنا اور پھر جو قیامِ امن کے مناسب ہوگا وہ کریں گے لیکن اچھی بات کو ظاہر کرنے سے ہم نہیں رہ سکتے۔ پس اِس پروپیگنڈا سے بھی مَیں جماعت کو خبر دار کرتا ہوں اوراس سے بھی جو ''مجاہد'' میں جماعت کے بعض دوستوں کے متعلق کیا جار ہا ہے اس سے بھی ہرگز متأثر نہیں ہونا چاہئے کہ وہ بھی بالکل جھوٹ ہے۔ یہ صحیح ہے کہ جماعت میں بعض منافق ہیں مگر میں اُن کو خوب جانتا ہوں اور اگر ضرورت ہوئی تو ظاہر بھی کر دوں گا مگر وہ لوگ مخلصین کو منافق ظاہر کرتے ہیں اور یہ بالکل غلط ہے۔ اسی طرح یہ بھی غلط ہے کہ دفعہ ۱۴۴ کو منسوخ کرنے میں حکومت نے ہم سے دشمنی کی ہے اور احرار سے دوستی۔ اِس میں شک نہیں کہ بعض حُکّام اب بھی ہمارے خلاف ہیں ان کی مخالفتیں میں نے بہت سی ظاہر کر دی ہیں اور باقی بھی وقت آنے پر ظاہر کر دوں گا مگر اس کارروائی میں ہماری کوئی مخالفت نہیں اور نہ ہی یہ حکومت کی شکست ہے۔ دفعہ ۱۴۴ اور ۳۳۔ امینڈ منٹ ایکٹ کی واپسی کے متعلق ہمیں حکومت سے کوئی شکایت نہیں اس نے جو کیا ہے درست کیا ہے جہاں وہ ہماری مخالفت کرے گی ہم فوراً ظاہر کر دیں گے اور نہ قید سے ڈریں گے اور نہ پھانسی سے کہ ہم سے بہت بڑے بڑے لوگ قید بھی ہوئے اور پھانسی پر بھی لٹکائے گئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا تعالیٰ کے نبی تھے مگر پھانسی پر لٹکائے گئے اور حضرت یوسفؑ کو قید کیا گیا پس جو ڈرتا ہے وہ مؤمن ہو ہی نہیں سکتا۔ مؤمن حق کے بیان کرنے میں نڈر ہوتا ہے مگر اِس کا یہ مطلب نہیں کہ اگر کسی سے اختلاف ہو تو اس کی نیکیوں کو بھی عیب ظاہر کیا جائے اور عیب کو بھی عیب۔ ہمیں حکومت سے اختلاف ہے مگر اِس کا یہ مطلب نہیں کہ اس کے جائز افعال کو بھی بُرا کہیں۔ پس دوست احراریوں کے پروپیگنڈا سے ہوشیار رہیں کیونکہ ایک طرف تو وہ بِلا وجہ جماعت کو مایوس کرنا چاہتے ہیں اور دوسری طرف تفرقہ ڈالنا چاہتے ہیں۔

آخر میں مَیں پھر یہ کہہ دینا چاہتا ہوں کہ خواہ نخواہ ان کے لٹریچر کو بھی پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ میں نے سنا ہے کہ ان کے پندرہ بیس پرچے روزانہ یہاں بِک جاتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے دوست چار سَو روپیہ سالانہ کی امداد کُفر کو دیتے ہیں۔ کیا تم پسند کرتے ہو کہ چار سَو روپے خرچ کر کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالیاں دِلواؤ؟ پس جب عملی طور پر آپ

لوگوں نے ان کے جھوٹ کو دیکھ لیا ہے تو ان کے پرچوں کو پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ باقی دشمن سے بھی غلط بات کبھی منسوب نہ کرو ہمیشہ سچی بات کرو۔ ہم نے دنیا کو جھوٹ سے نہیں بلکہ اخلاق سے فتح کرنا ہے۔ پس تم اپنی ترقیوں کی بنیاد سچائی اور تقویٰ پر رکھو اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو اور یاد رکھو کہ وہ ہمیشہ متقیوں کا ہی ساتھ دیتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات سے پتہ لگتا ہے کہ فتح ہماری ہے اور جس طرح ہائی کورٹ سے ڈگری حاصل ہو جانے کے بعد کوئی نہیں گھبراتا اسی طرح تمہیں گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ شہید گنج ایجی ٹیشن شروع ہوئی تو حکومت نے کہہ دیا کہ ہائیکورٹ نے سکھوں کے حق میں فیصلہ کیا ہوا ہے تم اِس فیصلہ کو بدلوا لو ہم تمہیں دلا دیں گے۔ پس کیا تمہیں خدا کے فیصلہ پر اتنا بھی اعتماد نہیں جتنا ہائی کورٹ کے فیصلہ پر ہوتا ہے اور یہ خدا کا فیصلہ ہے کہ دنیا ہمارے ہاتھ پر فتح ہوگی۔ پس کوئی خواہ چیں کرے یا پیں، دنیا اسلام کے نام پر ہمارے ہاتھوں فتح ہوگی اور جو لوگ آج مخالف ہیں کل اسلام اور احمدیت کی صداقت کے قائل ہو کر اسلام اور احمدیت کی شان کے بڑھانے والے ہوں گے۔ وَاللّٰہُ عَلٰی مَاأَقُوْلُ شَہِیْدٌ۔

(الفضل ۲۳؍جنوری ۱۹۳۶ء)

۱؎ النساء: ۱۰۳

۲؎ جامع الصغیر للسیوطی صفحہ ۷ مطبوعہ مصر ۱۳۲۱ھ میں یہ الفاظ ہیں اتقوا مواضع التھم

۳؎ المائدۃ: ۲۵

۴؎ بخاری کتاب المغازی باب فضل من شھد بدرا

۵؎ ٹٹ پونجیئے: تھوڑی پونجی یا سرمائے والا